منظر ابلس

ایک دلآویز تاریخی افسانہ

جسے

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

نے

سنہ ۱۸ میں تحریر فرمایا اور پہلی مرتبہ بصورت
کتاب مارچ سنہ ۱۹۳۰ عیسوی میں شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سر پر بٹھاؤں پلکوں سے اُٹھاؤں، سرمہ بناؤں، آنکھوں سے لگاؤں، بحیرہ روم کی اِن لہروں کو جو اس وقت پیشِ نظر ہیں، اور سرزمین طرابلس کی اس خاک کو، جو آج آنکھ کے روبرو ہے ۔

صبا، سلام پہنچا، شہدائے طرابلس کی ان مقدس روحوں کو جن کی موت حیات ابدی اور جنکی حیات ابرکات اسلام کا مخزن تھی،

اچنبا ہے اور حیرت، تعجب ہے اور کمال کہ یہ قوم جو آج ہر سمت در در بھیک مانگ رہی ہے کبھی اس قابل بھی تھی کہ ہر قوم، اور ہر گروہ، ہر ملک، اور ہر سلطنت نے اس کے آگے ناکیں رگڑیں، تکلیف ہوتی ہے اور افسوس، رنج ہوتا ہے اور صدمہ کہ خلق اور مروت، فلسفہ وحکمت، جرأت وشجاعت، خلوص و دیانت، سلطنت وحکومت، صداقت وروحانیت کو معراج کمال پر پہنچانے والے، اپنی گزشتہ عظمت، اور جوہر انسانیت سے اتنے بیگانہ، اور اسقدر دُور ہو جائیں کہ حقیقت فسانہ، اور واقعیت دھوکہ معلوم ہو،

خوشا نصیب! سرزمین طرابلس، تیری آنکھوں نے، اسلام کی وہ شان، اور ایک مسلمان کی وہ آن دیکھی جو آج صدیاں گذر جانے کے بعد بھی دُنیا میں

بے مثل، تاریخ میں لاجواب، اور انسانیت میں بے نظیر ہے، حکومت بیسیوں رنگ بدلے، آسمان سینکڑوں کروٹیں لے، زمین ہزاروں چکر کاٹے۔ مگر ساتویں صدی عیسوی میں، جو الفاظ زبیر ابن عوام کے تو نے سُنے، اور بحیرۂ روم تک پہنچائے، جو آج تک تیرے سینے، اور سمندر کی لہروں میں موجود ہیں، انکا جواب ہوا ہے نہ ہوگا، تو نے، اس سے پہلے بھی، اور اس کے بعد بھی، سینکڑوں مناظر اور ہزاروں تماشے دیکھے، مگر تیرے سر پر چمکنے والا چاند، اور دمکنے والے تارے جھومنے والی ہوا، اور اٹھلانے والی صبا وہ سماں دوبارہ نہ دیکھ سکی، یاد رکھ، یا فراموش کر، مگر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، وہ منظر، جب ارض بری کی مہ جبین حسینہ، جس کے قدم تو نے سر آنکھوں پر رکھے، جس کی ملاحت نے تیری گود میں خون کے دریا بہائے جس کی صورت نے تیرے ایٔہ ناز سپوت پیوند زمین کیے تیرے سر پر کھڑی ہے، مسلمانوں کے فاتح سپہ سالار عبداللہ بن سعید کے سامنے اسکا مشہور جری زبیر ابن عوام، جس نے سب سے پہلے بابل کی دیواروں کے نیچے اسلامی جھنڈا گاڑا، خاموش حاضر ہے،

تو، تیرا آسمان، غیر مسلم، اور مسلمان، نامراد و بامراد، قیدی اور آزاد، منتظر ہیں کہ وقت اس چاند کی تقدیر کا کیا فیصلہ کرتا ہے، جس کی چمک نے چار دانگ عالم کو جگمگا دیا دفعتہ سپہ سالار کی یہ تجویز کانوں میں پہنچتی ہے۔

"زبیر! شہزادی کا حقدار تم سے زیادہ کوئی نہیں"

سرزمین طرابلس، تیرے بدن میں رعشہ اور تیرے آسمان کے جسم میں کپکپی تھی تیری دُنیا دنگ، اور تیرا رنگ زرد تھا، جب تو نے زبیر کا یہ جواب سُنا،

"عطیہ کا شکریہ اگر، عبداللہ! یہ نہ ہوگا، میرے حملہ کا مقصود یہ نہ تھا" سرزمین طرابلس تو آج ہم پر ہنستی ہے، ہنس، شوق سے ہنس، مگر للہ ہمارے کارناموں

کو فراموش نہ کر، ہم آج نالایق و نابنجار، ذلیل و خوار سب کچھ ہی، مگر ہم وہی ہیں جنکا مثل مادرِ گیتی دوبارہ نہ جن سکی! یہ تھا وہ ہمارا ایمان جس نے ہمکو اس قابل کیا کہ دوستوں نے ہمکو فرشتہ جانا، اور دشمنوں نے ہمارا لوہا مانا۔

سلام ہے اس پاک روح پر، جو سمندر کے کنارے یہ منظر دکھا گئی اور تعجب ہے ان مسلمان مؤرخین پر جو غیروں سے اپنے حالات پوچھیں اور اتنے بڑے کارنامہ کو خاک میں ملادیں ،،

حیرت، تعجب، رنج، افسوس، جو کچھ ہو صحیح، بجا، جایز، درست، جب دوسروں کی تحقیقات، ہمارا ذریعہ معلومات ہو تو جو کچھ بھی نہو ٹھیک،

زبیر ابن عوام کی پاک روح! تو نفسانیت و روحانیت کا وہ منظر دکھا گئی جس کی مثال دوسری دنیا تو کیا خود دُنیاے اسلام میں بھی اب نظر نہ آئے گی معاف کر! ان مصنفین و مؤرخین کو جو ملکہ کو تیری محبوبہ لکھہ گئے، جو سُنا وہ جانا، جو پڑھا وہ سمجھے،.

(۱)

وادی شعیب سے قریباً چار فرسنگ دور درۂ موسیٰ کے پاس جہاں ہوا بحیرۂ روم کے تمام جذبات فنا کر دیتی ہے اور سمندر کی کل کائنات صرف ایک چادر آب رہ جاتی ہے، آدہی رات کے سنسان وقت میں جب ہوا ان کلیوں کو جو شاخوں میں چند گہنٹوں کی مہمان اور علی الصباح پھول بنکر سرسبز پتوں کی آغوش سے جدا ہونے والی تھیں تھپک تھپک کر لوریاں دے رہی تھی تو پانی کے سکون رات کی خاموشی اور جنگل کے سکوت کو تہوڑی تہوڑی دیر بعد یہ صدا توڑ دیتی تھی "کہیں نہیں"، رات اطمینان کے ساتھ اپنا کام پورا کر رہی تھی، ہوا کا قدم خشکی کی طرف بڑہ رہا تہا تاروں کی بنی ہوئی محفل بگڑنے کی طرف ڈہل چکی

تھی اور آسمان کا جما ہوا رنگ اُکھڑنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ہر حال میں فرق ہر منظر میں تغیر اور ہر کیفیت میں اِنقلاب موجود تھا۔ ظاہر تہا۔ کھلا ہوا تہا، مگر قیام تھا، ثبات تہا، اِستقلال تہا، کمی نہ تھی، فرق نہ تہا، تبدیلی نہ تھی، تو، ان الفاظ میں اس صدا میں اور اِس سلسلہ میں، خاموش، طائر آشیانوں میں چہکے، سیاہی، سپیدی سے بدلی، سمندر کی لہریں سرعت سے آگے بڑہیں اور پھر وہی الفاظ ہوا میں گونجے "کہیں نہیں"

آفتاب کی شعاعیں سمندر کے پانی اور ایک لڑکی کے چہرہ پر چمکیں، طلوع آفتاب نے لڑکی کی زبان بند کر دی، گو وہ وقت ترقی و تہذیب کا دَور ابتدائی تھا اور موجودہ تزئین و آرائش لڑکی سے دُور تھی مگر نسوانیت کی وہ شان جو فطرت کی ودیعت ہے اس کی صورت سے ٹپک رہی تھی۔ اس نے ان آنکھوں سے جو مجسم حُسن تھیں اور رات بھر کے جاگنے سے اس وقت نشہ میں مست، چاروں طرف، ایک اشتیاق آمیز نظر جس میں اضطراب کی جھلک عیاں تھی دوڑائی۔ نگاہ ناکام واپس ہوئی جس نے شوق کی آگ اور دل کی بیچینی کو اور بھی بھڑکا دیا، ان لہروں کی طرح جن کو ہوا سطح آب سے متصل رکھ کر خفیف سا خم دیدیتی ہے، پیشانی پر ایک بل آیا۔ کچھ سوچا اور آگے چلی۔ سایۂ آفتاب پابوسی کو بڑہا، درخت حالت وجد میں سر پر جھومے اور پرندوں نے زمزمۂ استقبال شروع کیا۔

دَور جدید نے کشش کو غایت حُسن اور اثر کو نتیجۂ حُسن قرار دیکر جو اسباب اعانت تجویز کیے ہیں لڑکی کا چہرہ ان سے قطعاً محروم تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ قدرت کی صنعت کا بہترین نمونہ تھی، سر کے بال تصنع سے ہزاروں کوس دُور تھے مگر دریا کی لہریں اور رات کی سیاہی ان میں موجود تھی پھولوں کا گندھا ہوا دستہ، نہیں ڈسنے والے سانپ تھے جو سُرخ و سپید رخساروں

کے اردگرد لہرا رہے تھے، صبا کو ٹھکرانی سبزہ کو کچلتی چلی جا رہی تھی، پھول توڑ کر جھولی میں بھرے اور وہاں پہنچی جہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک عمارت کے آثار کسی خانقاہ کا پتہ دے رہے تھے، اندر گئی، مجسمہ کے قدموں میں پھول ڈالے جھکی بوسہ دیا، دُعا مانگی، باہر نکلی، دو ہی قدم چلی ہوگی کہ سامنے سے ایک بڈھا مجاور نکلا جس کی پلکیں تک سفید تھیں قریب آیا اور کہا۔

"تجھ سے کہہ دیا تیری کوئی دُعا ہماری اجازت کے بغیر قبول نہیں ہوسکتی"

لڑکی۔ تو آپ مجھکو مدد دیجئے اور میری مشکل کو حل کیجئے۔

راہب۔ کئی دفعہ کہہ دیا کہ اپنی عقلمندی کو چھوڑ اور ہمارے حکم کی تعمیل کر یہ سب لوگ تیرے سامنے آ اور جا رہے ہیں اور سب سے پہلے ہمارے قدم چومتے ہیں مگر تو اوپر ہی اوپر اپنا کام نکالنا چاہتی ہے۔ تجھ سے اُس روز کہا تھا کہ آج آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا پہلا برج ہے داخل ہوگا تو آدھی رات کو آ جائیو مگر تو نہ آئی۔ تو ہمکو چراتی ہے!

لڑکی۔ بڈھے بابا دن کے وقت حاضر ہوسکتی ہوں۔

راہب۔ کیوں کیا ہم ہوا ہیں یا تجھکو چمٹ جائیں گے۔ اب نہ جا، رات کو یہیں ٹھہر، تیرا کام ہو جائے گا۔

لڑکی۔ نہیں بڈھے بابا یہ نہیں ہوسکتا۔

(۲)

دُنیا، مجھ سے بدظن ہونے کا، قوم، مجھ سے ناخوش ہونے کا، برادری، مجھکو مطعون کرنے کا کوئی حق، کوئی اختیار، کوئی قدرت نہیں رکھتی، میں اپنی زندگی سے، میری زندگی اس صورت سے، میری صورت اس ہیئت سے

تنگ، عاجز، پریشان، جدھر جاتی ہوں، جہاں نکلتی ہوں، جس طرف گزرتی ہوں، لڑکے، جوان، بڈھے گھورتے ہیں، تاکتے ہیں، بھانپتے ہیں، صورت کیا ہوئی، وبال، حسن کیا ہوا آفت، اور جوانی کیا ہوئی مصیبت، چھوڑ دوں یہ بستی، توڑ دوں یہ گھر، غارت کردوں یہ شہر، بھاگ جاؤں، چلی جاؤں، نکل جاؤں، عجب مزہ، انوکھا لطف، نرالی بات ہے، دُنیائے حیات کے دو جزو، شیرازۂ زندگی کی دو صورتیں، عالم وجود کے کرشمے، مرد اور عورت، نر اور مادہ، وہ اور میں، اتنے مختلف، ایسے متضاد، اس قدر غیر، کہ ایک کی رغبت، ایک کو نفرت، ایک کی محبت، ایک کو وحشت، ایک کی اُلفت، ایک کو عداوت، تعجب، اچنبا، حیرت، کیا ہے، کیوں ہے، کس لیے ہے، ضرورت ہے، ہماری نہیں، قدرت کی، تقاضا ہے، دُنیا کا نہیں، فطرت کا، مطالبہ ہے، اِنسانیت کا نہیں، خلقت کا ——— مگر ...... اس کے معنی، اس کا مقصد، اس کا مطلب، یہ ہوئے، یہ نکلے، اور یہ ٹھہرا کہ، ہر شخص، ہر متنفس، ہر روح بیگناہ، بے خطا، اور بے قصور۔ اعمال کا ذمہ، افعال کا بار، اقوال کا بوجھ، فطرت پر، خلقت پر، قدرت پر۔ لوگوں کی خواہش جائز، میرا شکوہ غلط، دُنیا کے فعل درست، اور میری شکایت جھوٹی، مردوں کا سلوک صحیح اور میرا اِحساس نادرست۔ قیامت ہے، غضب ہے، اندھیر ہے، ظلم توبہ، ستم الامان، قہر الحفیظ، شاباش، اس قدرت کو دھن بھاگ اس خلقت کے، اور سلام اس فطرت کو۔

مگر نہیں، یہ ظلم کرم ہے، یہ ستم رحم ہے، یہ قہر، مہر ہے، ایک دوسری حالت میں، ایک دوسری صورت میں، ایک دوسری کیفیت میں، محبت کا وقوع، وقوع کا قیام، قیام کی ترقی، متعلق ہے، منحصر ہے، موقوف ہے، اس کشش پر،

اس رغبت پر، اس میلان پر، جو وجہ شکایت، سببِ اذیت، اور باعث تکلیف ہوا ـــــ

زندگی کی مختصر راتیں، راتوں کی چھوٹی چھوٹی گھڑیاں، گھڑیوں کے برائے نام لمحے اسی لیے، اسی واسطے اور صرف اسی واسطے مسرت میں ڈوبے لطف میں بھرے اور انبساط سے پُر تھے، وہ رات، وہ گھڑیاں، وہ لمحے، جن کو ترس رہی ہوں تڑپ رہی ہوں، بلک رہی ہوں، اسی نے ہزلی کی صحبت کو نعمت، اس کی صورت کو امرت، اور اس کے خیال کو جنت بنا دیا،

ہے، یہی ہے، جو کچھ ہے، بہت کچھ، سب کچھ، یہ قدرت کے انعام ہیں، فطرت کے اکرام ہیں، زندگی کے انجام ہیں ـــ الزام غلط، اتہام لغو، اور شکایت فضول، ضرورت ہے صداقت کی، خلوص کی، ایمان کی، جو مصیبت کو راحت، محنت کو نعمت اور آفت کو عشرت کر دے ؛

میری تلاش ختم، میری کوشش پوری، میری تحقیقات مکمل، آسمان کے تاروں میں بادل کے ٹکڑوں میں، بجلی کی چمک میں، میں نے دیکھا، کوئل کے اضطراب میں، پپیہے کے کرب میں، فاختہ کی کوکو میں، میں نے ڈھونڈھا مگر،

"کہیں نہیں"

ایک درد ہے جو اندر ہی اندر، ایک تکلیف ہے، جو چپکے ہی چپکے، ایک خیال ہے جو الگ ہی الگ، میرے دل کو، میرے خیال کو، میری روح کو، غارت، برباد، پامال کر رہا ہے کل پھیلیوں کا دن ہے، شہر بھر کی لڑکیاں سمندر پر جمع ہوں گی، ان کے جال نئے، انکی ڈوریاں ثابت، انکے بھرے ٹھیک، ایک سے ایک اعلیٰ، ایک سے ایک افضل ایک سے ایک اول جس کی مچھلیاں زیادہ

جس کی ہتھیلیاں بڑی، جس کی ہتھیلیاں خوبصورت وہی کامیاب، وہی مرغوب قحطان اسی سے خوش ہوگا۔، میری تقدیر اتنی کہاں کہ مجھکو ایک گھڑی بھی ایسی میسر آسکے کہ میں اسی بہانے اسی ذریعے اور اسی طرح اپنی داستان قحطان کو سنا دوں، وہ ہمارا سردار ہے، میرے زخم پر مرہم رکھے گا، میرے درد کا علاج کرے گا۔ اور مجھکو اس ہزلی سے ملا دے گا، جو سنگدل ہے، مجھ سے کہا تھا، وعدہ کیا تھا، اقرار کیا تھا کہ اس جنگل میں، اس سمندر کے کنارے، اس درخت کے نیچے، چاند ہمارے سر پر نکلے گا، مگر نہ آیا، دیکھا، ڈھونڈھا، تلاش کیا، لیکن کیوں آتا، اور کیوں ملتا، درخواست میری تھی، وعدہ اس کا، التجا میری اور منظوری اس کی، بھول گیا، بسر گیا، خیال نہ رہا، سال بھر سے زیادہ ہوگیا اپنی حالت دکھا اور اپنی کیفیت سُنا رہی ہوں مگر۔۔۔۔

(۳)

دن بھر کا تھکا ہارا بڈھا دِلی غروب آفتاب کے وقت اپنی جھونپڑی میں داخل ہوا سر پہ اپندھن کا گٹھا تھا۔ بغل میں اناج کی پوٹلی، کمر جھک گئی تھی۔ بدن پر جھریاں تھیں ہانپتا ہوا آیا۔ کانپتا ہوا گٹھا گٹھا پھینکا پوٹلی ڈالی اور ہوں ہوں کرتا ایک چٹائی پر گر پڑا، ایک بڑھیا عورت آگے بڑھی، ایندھن سمیٹا چیز بست اٹھائی اور کہنے لگی "تھوڑی سی چھال نہ لیتے آئے کہ ملقیسہ کا جال بھی ٹھیک ہو جاتا۔

بڈھا۔ چھال کی کیا کمی مگر وہ کمبخت تو ہزلی کے آگے سب کو ہیچ سمجھ رہی ہے۔

بڑھیا۔ اگر قحطان کے قبضہ میں چلی جائے اور اگر وہ پسند بھی کرلے تو ہزلی رکھا ہی رہ جائے گا۔

بڈھا۔ تو کیسی بیوقوفی کی باتیں کرتی ہے خداداد صاحب کچھ کم عزت کا آدمی

تھا اور سب کچھ دینے پر آمادہ مگر یہ بیوقوف ہزلی کا کلمہ پڑھے چلی گئی۔

عورت۔ ایک خرداد ہی کیا بیسیوں ہی آرہے ہیں مگر اس کمبخت کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔

بڈھا۔ مگر اب تو وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی بارہ برس سے زیادہ کی لڑکی بغیر قحطان کی اجازت کے شادی کی مجاز نہیں۔ اس کے پاس بھی جس قدر عورتیں ہیں کوئی خوش نہیں خاصی پچاس ساٹھ لڑکیاں موجود ہیں ایک لڑکی تو ہر سال یوں ہی جارہی ہے اور اتنی مدت سے یہ پہیلیوں کا مسئلہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اگر وہاں بھی پہنچ گئی تو مٹی پلید ہی ہوگی ؞

بڑھیا۔ مگر ہزلی کے پاس کیا کم عورتیں ہیں اور سب حیران و پریشان ؞

بڈھا۔ علقیہ ہے کہاں ؟

بڑھیا۔ جہاں ہمیشہ ہوتی ہے میں تو اسے آتے دیکھتی ہوں نہ جاتے بدبخت کو کھانے کا فکر ہے نہ پینے کا ؞

بڈھا۔ پھر آخر کیا انتظام کیا جائے دعا مانگتے مانگتے میرا منہ گھس گیا کہ کسی طرح اس کا دل ہزلی سے پھر جائے مگر میں تو اُلٹا ہی اثر دیکھ رہا ہوں۔ روزبروز اس کی بیچینی اور اس کی لاپروائی بڑھتی چلی جارہی ہے ؞

(۴)

"کچھ اس لئے نہیں کہ تو سردار قحطان کی بہن ہے اور نہ اس لیے کہ میری تمام عورتوں میں صرف تو ہی ایک لڑکے کی ماں ہے بلکہ صرف اس لیے کہ تو سب سے زیادہ حسین ہے میں تجھ پر اس قدر فریفتہ ہوں مگر میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے حکم کی تعمیل میں لاپروائی کرتی ہے اور میری عنایت کا مطلق لحاظ نہیں کرتی"

سبا۔ تیری محبت میرے ہی واسطے مخصوص نہیں ہر اس عورت کو جو تیرے پاس ہے تیری محبت کا اتنا ہی یقین ہے جتنا تو مجھکو دلا رہا ہے میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیوں صرف میں اتنی بڑی جان جوکھوں کا کام انجام دوں۔

ھزلی۔ اس لیے کہ تو آسانی سے انجام دے سکتی ہے کیونکہ تو اس کی بہن ہے اور اگر تجھکو انکار ہے تو نتیجہ کی ذمہ وار ہوگی۔

سبا۔ میرے انکار کی یہ وجہ نہیں کہ قحطان میرا بھائی ہے بلکہ مجھے تجھ سے یہ اُمید نہیں کہ تو میرا کہنا مانے۔

ھزلی۔ تیرا خیال غلط ہے میں احسان فراموش نہیں ہوں میں قحطان کو قتل ضرور کرونگا لیکن تو کر دیتی تو معاملہ زیادہ نہ بڑھتا مگر یہ یاد رکھ کہ اگر مجھکو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا پڑا تو یہ تلوار تیری گردن اُڑائے بغیر نیام نہ ہوگی۔ کیا تو اس وقت کی قدر نہیں کرتی جب یہاں کا سردار میں ہوں گا اور تو اس تمام بستی کی مالک۔

سبا۔ جس وقت کا تو یقین دلا رہا ہے مجھے اُمید نہیں کہ اُس وقت تو سچا ثابت ہوگا۔

ھزلی۔ میں قسم کھاتا ہوں تو یقین کر تیرا بچہ بیخبر پڑا سو رہا ہے اُٹھ یہ خنجر لے اور کھڑی ہو جا۔

زلف شب اٹھلا اٹھلا کر لہرا رہی تھی اور بزم شب کا مہمان قمر چہاردہم اپنی مہمان نوازی کا بڑا حصہ طے کر چکا تھا کہ سبا خنجر آبدار ہاتھ میں لیے بھائی کے کمرہ میں داخل ہوئی ہر طرف سناٹا اور ہر سمت خاموشی تھی قحطان غفلت کی نیند سو رہا تھا چاروں طرف نگاہ دوڑائی میدان صاف اور مقصد پیش نظر تھا

ٹھٹکی اور سوچا کر ہزلی دغا تو نہ دے گا مگر خود ہی فیصلہ کیا کر فریبی نکلا تو جو خنجر قحطان کا کام تمام کرتا ہے اس کو ہزلی کے قتل میں کیا دیر لگے گی، جھپٹی۔ بنجبر کے خنجر مارا۔ اندھیرا تھا، خوف تھا، عورت تھی، ناتجربہ کار تھی، یہ چار چیزیں تھیں جنھوں نے وار کمزور کر دیا تھا اور چھاپڑا، قحطان گھبراکر اُٹھا، سہا سٹ پٹا کر بھاگی، آگے آگے روشی اور پیچھے پیچھے وہ۔ اوچھا تھا یا ادھورا بہر حال تھا زخم، قحطان اس قدر نڈھال ہوگیا کہ قاتل کو پکڑ نہ سکا۔ رات چاندنی تھی ہزلی نظر آیا مگر شبہ یقین کے درجہ کو نہ پہنچا تھا کہ دونوں آنکھ سے غائب تھے۔

(۵)

متواتر پندرہ روز کی موسلا دھار بارش کے بعد دریا ڈیڑھ ساعت سے آسمان خاموش ہے مگر ابر سیاہ کے غلیظ ٹکڑے گردیں کھیل رہے ہیں۔ مختلف قبیلوں کے لوگ مرد عورت کنار سمندر پر مچھلیوں کا میلہ منا رہے ہیں۔ گل اندام لڑکیاں اپنے اپنے جال لیئے لبی گیلی پھر رہی ہیں صبح کا سہانا وقت ہے ہوا پانی کے بوسے لیکر حسین چہروں پر نثار ہو رہی ہے قحطان کے پہنچتے ہی پہلے سب نے جھک کر مجرا کیا اور اس کے بعد لڑکیوں نے جال ڈالنے شروع کیے، جال تعداد میں بائیس تھے پہلی مرتبہ صرف دو جالوں میں معمولی دو اور دوسری مرتبہ چار میں دو دو اور تین تین۔ تیسری مرتبہ جو آخری کوشش تھی جب جال ڈالے گئے اس وقت نہ صرف ڈالنے والیوں بلکہ اُن کے متعلقین کے دل بھی ہوا ہو رہے تھے اور ہر فرد دریا کے کرم کا منتظر تھا جال باہر آئے اور صرف ایک جال میں ان مچھلیوں کا ڈھیر تھا جنھوں نے کامیابی کا سہرا اس علقیسیہ کے سر باندھ دیا جس کا پریشان چہرہ بنی ٹھنی صورتوں کو شرما رہا تھا ماں باپ خوشی کے مارے اُچھل پڑے۔ چاروں طرف

سے مبارک سلامت کی صدائیں آنے لگیں قحطان علقیسیہ کے قریب آیا پھول اس کی مانگ میں لگایا اور اس کے باپ سے کہا تین مہینے کے اندر جو میعاد مقرر ہے علقیسیہ کو میرے محل میں داخل کردو"

اس وقت علقیسیہ کی خاموشی ایک معمہ تھی ہر شخص اس کی صورت کو تعجب اور حالت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا چہرہ پر شگفتگی نہ تھی، ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی آنکھوں میں مسرت نہ تھی زبان پر لفظ نہ تھا، باپ کی خوشی اور ماں کا اچھلنا دیکھا اور منہ پھیر لیا ہمجولیوں کی چھیڑ ہمچشموں کی مبارکباد سُنی اور ٹال دی، حاضرین حیران، تماشائی پریشان، قحطان ششدر دیکھنے والے متحیر کہ معاملہ ہے کیا اور ماجرا ہے کیا، دور دور کی لڑکیاں سینکڑوں کوس سے اس موقع پر آئیں اور ناکام رہیں اور کامیابی ہو تو اس کو جس کو قحطان کی پروا نہ کامیابی کا خیال، لوگوں کی نگاہ اس پر تھی اور اس کی نگاہ خاموش خلقت کی ٹکٹکی اس پر تھی اور اس کی پانی کی لہروں پر، لوگ خوشی میں شرابور، شراب میں غرقاب اور وہ اپنے خیال میں مستغرق اور ذہن میں مست۔

یہ یا دوست کی انتہائی کیفیت تھی۔ جس کے وجود میں تو البتہ تہذیب جدید نے کمی کے اسباب پیدا کر دئے مگر جس کے اثر میں تغیر کا سامان فراہم نہ ہوسکا ایک عجیب حالت اس وقت علقیسیہ پر طاری تھی بڈھا باپ عصا ٹیکتا ہوا، بڑھیا ماں قدم اُٹھاتی ہوئی، ضعیف راہب دانت پیستا ہوا قریب پہنچے، سمجھایا، ڈانٹا، التجا کی مگر فہمایش بے سود شفقت بے اثر اور غصہ بیکار تھا، دن چڑھا اور ڈھلا، آفتاب بڑھا اور گھٹا، دھوپ تیز ہوئی اور ماند مگر نہ سر کا جگہ سے تو خیال ہٹی، اور نہ ہٹی یا دوست سے تو علقیسیہ۔

لوگوں کے سامنے وہ تھی مگر اس کے سامنے پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ نگاہیں

اگر چلتی تھیں تو کچھ ڈھونڈھتی ہوئی اور خیال کبھی بھٹکتا تھا تو کچھ تلاش کرتا ہوا
مایوسی کے متواتر حملوں نے اب توقعات کا منہ دکھایا اور یہ تقاضا فطرت تھا
کہ نامرادی کے خوفناک جنگل طے کرنے کے بعد اُمید کا لہلہاتا ہوا پودہ نظر آیا اور
دل نے صدا دی کہ قحطان کی وجاہت مجھے منزل مقصود تک پہنچا دے گی،
بچھڑا ہوا ہزلی جس کا نام دن رات جپ رہی ہوں بیوفا درست جس کی صورت
نظر نہیں آتی اس کی بدولت ہاتھ آجائے گا۔ اُمید نے یقین کی صورت اختیار
کی اور آنا فاناً یقین کامل ہوگیا اور ایسا معلوم ہوا کہ قحطان نے ہزلی کو سامنے لاکھڑا
کر دیا۔ بیتابانہ اُٹھی اور قحطان سے کہا۔

"تین مہینے بہت ہیں میں تو اب ہی ساتھ چلوں گی"

قحطان یہ مقررہ دستور ہیں ان میں فرق نہیں آسکتا۔

(۶)

"رات کی اس تاریکی اور ہوا کی اس سائیں سائیں میں اس سرکران قدموں
میں دیکھنے والا درخت کے پتوں کے سوا کوئی نہیں، التجا کرتی ہوں، سُن، گڑگڑاتی
ہوں، قبول کر، مانگتی ہوں دے، ملتجی رحم کی، خواستگار کرم کی، دوست ہو
ظلم نہ ڈھا...... حبیب ہے ستم نہ کر........ شیدا ہوں اس
مکھڑے کی........ بیتاب ہوں اس صورت کی، ایک آگ
ہے اس دل میں، اک شعلہ ہے اس جسم میں ایک تپش ہے ان آنکھوں میں،
رُلا مت، ہنسا دے، جلا مت، جِلا دے" ہزلی تیری یاد میں، گھنٹوں
تیرے فراق میں، دنوں تیرے خیال میں، راتوں، جنگل بیابانوں میں۔ لق و
دق میدانوں میں، دریا کے کنارے پر، پہاڑ کی چوٹی پر، تڑپا ہوں، رویا ہوں،
چیخا ہوں، پیٹا ہوں، میری حالت کا شاہد، میری مصیبت کا گواہ، میری زاری سے

واقف، میری بیقراری سے آشنا، آسمان کے تارے ہوا کے جھونکے، سمندر کی لہریں، پہاڑ کے ریزے، ناکام محبت، مایوس اُلفت، محروم ابدی، بدنصیب ازلی، ان آنکھوں مارا، اس صورت کا زخمی، اس چہرے کا گھائل، اس مکھڑے کا مجروح، یہ دل، یہ جسم، یہ جان، یہ روح تیری اور صرف تیری، اس سر پر قربان، ان آنکھوں پہ نثار اس چہرے پر فدا — کیا کروں کیا نہ کروں۔ سُن چکا جو ہوگئی، اور واقف ہوں جو آپڑی، موقعہ ہے کہ مرد بن اور ضرورت ہے کہ ہمت کر، کر، جو کہوں، اور چل جس طرح بتاؤں۔

قحطان بے ایمان کی ہستی نہیں، مجال نہیں، کہ میرے سامنے میری زندگی تک، تیری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ لے، میری عمر بھر کی آرزو میرے مدتوں کے ارمان، قحطان کے ہاتھوں اس بیدردی سے پامال ہوں میں زندہ رہوں اور علقیمہ غیر کے.........

نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں،

علقیمہ اگر یہ گفتگو سچی، یہ خیال درست اور یہ محبت صحیح ہے، اگر یہ اضطراب واقعہ یہ تکلیف حقیقت، اور یہ بیتابی ٹھیک ہے۔ اگر ان باتوں میں خلوص اس اظہار میں صداقت، اور اس اقرار میں راستی موجود ہے تو شکایت مصیبت، اذیت، راحت، فرحت اور تعجب ہے،

صبح شام سے اور روشنی اندھیرے سے پیدا ہوتی ہے، کامیابی کا راز، ناکامی کی آغوش میں اسی طرح پنہاں ہے، جس طرح خوشبو کی لپٹ پھول کی پنکھڑی اور دھوپ کی چمک آفتاب کے وجود میں — قحطان انسان ہے، جن نہیں، اور میں عورت ہوں جانور نہیں، مانا کہ وہ دولت میں، حکومت

میں ہم سے اعلیٰ اور افضل ہو مگر ہمت میں اور جرأت میں، ہم اس سے کم نہیں میری گردن اس کے سامنے خم نہ ہوگی، سردار ہے ہوا کرے، حاکم ہے ہوتا رہے، وہ اگر سردار ہے تو اپس پیسے نہیں، مالدار ہے تو کیا اسواسطے کہ فنکار کی آڑ میں مزے اڑائے، آگ لگا دوں، جھلس دوں، مسل دوں، اس کی حکومت اس کی طاقت اس کی دولت۔

"ہزلی مجھکو تیرے سوا کچھ نہ چاہئے۔"

آخری فقرہ جس میں درد تھا، خلوص تھا، سچائی تھی بیگناہی تھی ختم نہ ہوا تھا کہ ہزلی نے ہاتھ بڑھایا اور یہ وہ ارمان تھا جس کے واسطے علقیسیہ مدتوں سے تڑپ رہی تھی ان نگاہوں سے جن میں بدنصیب عورت کو محبت کے سوا کچھ نہ دکھائی دیا، اس نے علقیسیہ کو دیکھا گلے لگایا اور کہا۔

علقیسیہ" میں بھی صرف تیرا ہی ہوں۔"

ہزلی کی سنگدلی، اس کی بے اعتنائی و بیوفائی، سرد مہری و کج ادائی کا یقین اس درجہ تک کو پہنچ چکا تھا کہ آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں مگر اب بھی علقیسیہ واقعہ کو وہم اور حقیقت کو خواب سمجھ رہی تھی۔ متواتر ناکامی اور پے درپے مایوسی کا نتیجہ یہ تھا کہ چلتی تھی اور رکتی تھی، بڑھتی تھی، اور ٹھٹکتی تھی، دیکھتی تھی اور کہتی تھی، حقیقت، خواب، اور نمائش سراب نہ ہوا اس چکور کی طرح جو چاند پر اس بلبل کی طرح جو پھول پر نثار اور قربان ہوا ہزلی علقیسیہ پر فدا ہو رہا تھا، جھکا اس کے پاؤں کو بوسہ دیا، اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور کہا "چلو معبد میں چلیں ان جھگڑوں کا خاتمہ اس مصیبت کا فیصلہ اب ہی کر لیں۔"

علقیسیہ کی زبان بالکل خاموش تھی اس تجویز نے اس کو ساکت اور

اس کے جسم کو سُن کر دیا، آسمان پر چاند زمین پر ہوا اور دونوں کے بیچ میں درختوں کے پتے اس کے چہرے سے ان جذبات کا پتہ لگا سکتے تھے جو اس وقت تکمیل خواہش کے ہم آغوش تھے دماغ زندگی کے ہر شعبہ کو فراموش کرچکا تھا اور کامیابی کی مرصع تصویر اب ہر سمت جلوہ گر تھی، اُچھل پڑی آگے بڑھی ہاتھ ہزلی کے گردن میں ڈال دیئے اور کہا۔

"چلو، فوراً چلو"

(۷)

"ان ڈھکوسلوں سے میرے غصہ کی آگ کو، اور ان بہانوں سے میرے زخم کی سوزش کو تیز نہ کر، تو مصاحب بنکر میرا دشمن اور عزیز ہوکر میرا قاتل نکلا، میں نے تجھکو تیرے خاندان کو تیرے عزیزوں کو وہ عروج دیا کہ تیرا بچہ بچہ میرے احسان سے دبا ہوا ہے، جوتنے بونے کو اراضی، کھانے پینے کو مویشی، رہنے سہنے کو زمین، تیرے ساتھ جو جو کچھ کیا گیا اسی دن کو کہ تم لوگ میرے قتل پر کمر بستہ میری موت پر تیار اور میرے خون پر آمادہ ہو یہ محض اتفاق تھا کہ میں اس زخم سے جانبر ہوگیا۔ ورنہ تم لوگوں نے اپنی طرف سے میرے مارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ میرا شبہ غلط ہے اور تم نہ تھے مگر اس سے تم انکار نہیں کرسکتے کہ عورت کے پاؤں کا نشان صاف تمہارے گروہ کا ہے۔ ہزلی کمبخت نمک حرام اگر تجھکو اس کے دینے میں تامل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تو بھی اس سازش میں شریک تھا یا درکھہ سخت آفت بپا کردونگا اور تم سب تباہ وبرباد ہوجاؤ گے ایک عورت کے بدلے بیسیوں عورتیں خون میں تڑپیں گی۔

ہزلی۔ مجھے اس سے پہلے انکار تھا نہ اب ہے کہ پاؤں کا نشان میرے

ہی خاندان کا ہے مگر مجھکو اس وقت تک اس کا پتہ نہ چل سکا۔ کچھ کچھ سراغ البتہ چلا ہے سردار چند روز کی مہلت اور دیجئے اور خاطر جمع رکھیئے آپ کا قاتل زندہ نہ رہے گا۔

قحطان۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کیوں اس نے قتل کی جرأت کی۔ میرے ہاتھ سے اس کو کیا تکلیف پہنچی میں تو سب کے ساتھ مہربانی سے پیش آرہا ہوں۔

ہذلی۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے کہ پچھلیوں کے میلے میں کسی لڑکی کی کامیابی اس کے عزیزوں کو ناگوار ہوئی ہو۔

قحطان۔ مگر میرے پاس کسی لڑکی کا پہنچ جانا انتہائے خوش نصیبی ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر شہنشاہ جرجیس کی لڑکی بھی جس کے حسن کا یہ کچھ شہرہ ہے میرے پاس آجائے تو بیحد خوش نصیب ہے۔ اس قتل کی وجہ کچھ اور ہے یہ نہیں۔

ہذلی۔ جہاں تک میں نے سنا ہے یہ مدت کی شرط جو سردار نے لگائی ہے کہ کوئی لڑکی فلاں وقت تک شادی نہ کر سکے لوگوں کو بہت ناگوار ہے۔ کیونکہ اس نے بہت سی لڑکیوں کو آوارہ کر دیا۔

قحطان۔ تو کیسی لغو باتیں اور بیہودہ گفتگو کر رہا ہے اور میں سن رہا ہوں جو کہہ رہا ہے اور سمجھ رہا ہوں جو سنا رہا ہے فساد کی بو تیری باتوں سے اور منافرت کا خون تیرے کلام سے آرہی اور ٹپک رہا ہے یہ جس قدر عورتیں میرے پاس موجود ہیں کیا ان میں سے ایک بھی آوارہ ہو چکی ہے بات کر سمجھ بوجھ کر جواب دے دیکھ بھال کر۔

ہذلی۔ سردار میں بیقصور ہوں جو سنا وہ کہہ دیا۔ ہاں یہ عرض ضرور کرونگا

کہ اگر یہ مدت کی شرط موقوف نہ ہوئی تو سخت جوش پھیلے گا۔

قحطان۔ اگر تیرے اصرار میں خلوص ہے تو مجھے تسلیم میں انکار نہیں یہ شرط اُڑا دے مگر جس قدر جلد ممکن ہو، میرا قاتل پیش کر۔ ہزلی تین مہینے کی مدت کسی طرح ختم نہ ہوئی ملقیسیہ شہر بھر کی جان ہے اور اس کے انتظار میں ایک ایک دن مجھکو ایک ایک سال ہے۔

(۸)۔

"محبت کا سودا اس کے دماغ میں، عشق کا بھوت اس کے سر پر، اُلفت کا جوش اس کے دل میں اور فریفتگی کے پردے اس کی آنکھوں پر، اس کا فعل بربادی کا پیش خیمہ، اس کا قول تباہی کی تمہید، اس کا خیال پوری مصیبت کا آغاز، اس کی رائے مکمل آفت کی ابتدا، اس کی ہستی ساری بستی ہیں، اس کی شادی پوری آبادی میں قیامت بپا اور تھلکہ مچا دے گی، آسمان ہماری حالت پر، زمین ہماری صورت پر اس لیے کہ بیوفا ہے، اسواسطے کہ ہماری ماہے ہنسے گا اور روئے گی یہ سرزمین انسانی خون سے لال ہوگی اور ہمارا بچہ بچہ خاک میں لوٹے گا، یہ آواز مصائب کا راز، یہ رات آفات کی پوٹ، یہ گھڑی مصیبت کی کڑی، فساد پڑے گا وہ جھگڑا پڑے گا، ایسا قتل ہوگا اتناکہ جیرو ہانرس کے معرکے فراموش ہجع وخرخاب کے واقعات اور جانت ومعنانہ کے تنازعات فسانہ ہو جائیں گے، سوچ سمجھ اور وہ چنگاری نہ ڈال کہ دُنیا خاک سیاہ ہو جائے"

معبد حرآن میں آدھی رات کے وقت جب ہر سمت خاموشی تھی ایک بُڈھیا عورت کی یہ گفتگو ختم ہوتے ہی راہب نے جواب دیا۔

"ہم اپنے پاک مذہب کے مقابلہ میں کسی طاقت کی پروا نہیں کرتے

جب ہذلی اور علقمیہ دونوں رضامند ہیں تو مجھکو نکاح پڑہانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہ کرونگا کہ ناجائز افعال کی وجہ سے جائز کاموں کو روکدوں قحطان کی سرداری مسلم اس کی طاقت صحیح اس کا اقبال درست مگر مجھکو ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ایک روز جانا اور اپنے مالک کو منہ دکھانا ہے، تیری راستے جھوٹ تیرا قیاس لغو اور تیرا خیال غلط ہے خاموش ہو اور دیکھہ کیا ہوتا ہے۔

عورت۔ راہب بابا، مجھہ بڑھیا کی زاری پر، اپاہج باپ کی بیماری پر، رحم کیجئے، اس بیوقوف کی بیقراری کا اور اس ظالم کی عیاری کا خیال نہ کیجئے۔ ہم غریب کاشتکار ہیں اور ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، ہم میں قحطان کے مقابلہ کی طاقت اور اس کی حکم عدولی کی ہمت نہیں تمام شہر کی لڑکیاں چپ چپاتے کان دبائے اس کی خدمت میں آرہی ہیں اور خوش ہیں کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے، میں اس ظالم دغاباز مکار ہذلی سے جس کی محبت میں کوئی جال، جس کے نکاح میں کوئی فریب اور جس کی اس تجویز میں قطعاً یقیناً لاریب کوئی چلکہ چھپا ہوا ہے قحطان کو ہزار درجہ افضل اور لاکھہ درجہ اعلیٰ سمجھتی ہوں، بڈھے بابا رحم کر ورنہ میں سیدھی قحطان کے پاس جاتی ہوں نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اور تمہارے ساتھہ ہی یہ خانقاہ بھی مسمار ہوجائے گی۔

راہب۔ گنہگار نہ ہو بدکردار نہ بن، زبان تھام گستاخی روک، اس سے پہلے کہ تو یا قحطان اپنا خیال کریں مقدس راہب تم دونوں کو اُجاڑ دے گا۔ ہمارے احکام کا کوئی ورق، ورق مقدس کی کوئی سطر، پاک سطر کا کوئی لفظ، یہ اجازت نہیں دیتا کہ بغیر نکاح کے کوئی عورت کسی مرد

کی بیوی بنجائے، ہذلی اور علقیسیہ دونوں کا ارادہ نیک ان کی سعی صحیح اُن کا خیال جایز تو گمراہ ہے کہ اپنے ساتھ اس بھول کر بھی گناہ کی زنجیر میں جکڑتی ہے۔

عورت۔ جو کچھ بھی ہو اگر تم اپنی ہٹ سے اپنی ضد سے اپنی بیوقوفی اور نادانی سے اس پر اڑے ہو تو میں جاتی ہوں اور قحطان کو اطلاع دیتی ہوں۔

بڑھیا چلی مگر دو چار قدم چلی ہوگی کہ ہذلی جو خاموش کھڑا تھا سامنے آیا۔ راہب کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا۔

"ایسی حالت میں کیا یہ کمبخت بڑھیا قتل کی سزاوار نہیں"

راہب ہے یقیناً ہے، اسکو تمام باتیں سمجھا دی گئیں مگر وہ ابتک گناہ پر مصر ہے اس لیے اس کا قتل جایز ہے،

ہذلی لپکا بڑھیا میں رکھا کیا تھا پاؤ سیر کی ہڈیاں جو قوت سے جس قدر محروم تھیں جوش سے اسقدر لبریز، چند لمحہ میں بدنصیب کی گردن خوش نصیب کے، عورت کی مرد کے، اور بڑھیا کی جوان کے ہاتھ میں تھی، رگڑتا ہوا گھسیٹا، اور گھسیٹتا ہوا لاکر راہب کے قدموں میں پھینکا اور کہا بول کیا کہتی ہے، بتا کیا مقصد ہے، اگر قحطان کے پاس جاتی ہے تو پہلے اس خنجر کو دیکھ لے جو تجھکو تو نہیں مگر تیری ناپاک روح کو اس مردود تک پہنچا دے گا"

عورت۔ موت اس آفت سے جو پیش نظر ہے زیادہ وزنی نہیں، میں وہ وقت دیکھنا نہیں چاہتی کہ قحطان کے خونخوار پنجہ میں ساری بستی گرفتار ہوکر بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہو جائے تو شوق سے قتل کر، بیوقوف مکار قتل کی دھمکی اس خیال سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ہذلی خنجر کو چمکاتا آگے بڑھا تو ملقیسیہ ایک کونہ سے روتی ہوئی باہر نکلی اور ما
کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اس کے قلب پر اس وقت دو متضاد کیفیتوں کا
گزر تھا، جب ماکی محبت بچپن کی خدمت ماںتا کا جوش اور پرورش کی تکلیفیں
سامنے آتی تھیں تو دل کہتا تھا میری ہستی قابل ملامت ہے کہ ماکو اس مصیبت
میں پھنسوا دیا ساتھ ہی یہ محبت صدا دیتی تھی کہ دنیا، دنیا کا ہر تعلق زندگی کا ہر چیز
ہذلی پر قربان کچھ سوچا اور کہنے لگی،

اے ما! جس طرح دُکھ سہکر اور مصیبت اُٹھاکر، ایک بیکار ہستی کو کام کا، اور
ایک گوشت کے لوتھڑے کو، انسان بنا دیا، اسی طرح آج اپنی محبت اور عنایت
سے میری درخواست قبول اور میری التجا منظور کر، روٹھے ہوئے منا ٹوٹے ہوئے
جوڑ اور بچھڑے ہوئے ملا، عمروں کی آرزو، مدتوں کی خواہش، دنوں کے ارمان،
برسوں کی حسرت اس بیدردی سے پامال نہ کر،

ما۔ ہٹ بدنصیب، سامنے سے ہٹ جا، اس دن کو اس گھڑی کو اس وقت
کو، تجھے پال پوس کر، کھلا پلاکر، جوان نہ کیا تھا کہ تو اس مکار فریبی کے مکر اور اس گھاگ
کے راگ میں آکر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی برباد کرے۔

ہذلی۔ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تیرا قتل
میری مہ جبین کو رنج پہنچائے گا تو کبھی کا تیرے درکر چکا ہوتا،

عورت۔ زمین کا پیوند ہو تیری مہ جبیں اور ٹوٹ پڑے آسمان تجھ بے
ایمان پر، یہ بچہ ہے، بیوقوف ہے، ناتجربہ کار ہے، بھولی ہے، میں تیری رگ
رگ سے واقف، اور تیری تمام دغاؤں سے آشنا ہوں، یہ وہی مہ جبین ہے
جو راتوں اور دنوں تیرے فراق میں دیوانوں کی طرح تڑپی اور سودائیوں کی
مانند پھری، تو نے رتی رتی سُنا اور تل تل دیکھا مگر ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب یہ

عشق جھوٹا اور یہ محبت فریب"۔

وہاں پان بڑھیا ہڈیوں کی مالا تھی گوشت صرف نام کو اور سانس فقط چلنے کو تھا مگر آنکھیں غصہ سے سرخ اور بدن جوش سے کانپ رہا تھا، اٹھی چلی اور اعضاء سے جو اُن پھولوں کی طرح جو مرجھا کر صرف صحبت شب کا پتہ دے رہے ہوں کچھ مدد لینی چاہی مگر ٹھوکر کھائی اور گری لیکن یہ ناکامی جوش کو ٹھنڈا اور طیش کو کم نہ کرسکی سنبھلی، اٹھی، چلی بڑھی ضعیفی بعض حالات میں ممکن ہے انسان کو بٹھا دے مگر بڑھیا اس رات میں سوا اس کے کہ اعضاء قوت ظاہری سے محروم تھے جذبۂ انتقام میں ہذلی اور راہب سے کم نہ تھی قوت طیش رہ رہ کر اس کی آگ تیز کر رہی تھی اس نے زور سے ہذلی کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور کہا۔

"تو میرا کیا کرسکتا ہے، میں تیری بوٹیاں چبا جاؤں گی غارت ہو جا اور مجھے اپنی بچی کو ساتھ لیجانے دے، ورنہ میں جاتی ہوں اور اس ڈاکہ کی خبر قحطان کو دیتی ہوں۔ ابھی ابھی تو اور تیرا بڈھا راہب دو نو مزہ چکھ لیں گے"۔

بھڑکا ہذلی بھی، اور راہب بھی، جوان کم اور بڈھا زیادہ، ناگوار ہوا دونوں کو ہذلی کو تھوڑا اور راہب کو بہت، ایک کے ہاتھ میں خنجر ایک نہتا، ہتھیار والا توارادہ ہی کرتا رہا اور نہتے نے بڑھیا کا ٹیٹوا اس زور سے دبوچا کہ آنکھیں باہر نکل پڑیں۔ اگر علقیسہ بیتابانہ راہب کے ہاتھوں میں نہ چمٹ جائے تو راہب یقینی اس کا کام تمام ہی کرکے چھوڑے، بڑھیا چھوٹی، تو وہی تھی، کہنے لگی،

"جاتی ہوں میں تم مکاروں کی آرزو پوری نہ ہونے دونگی"

اب علقیسہ بھی ماں کے قدموں میں گری اور کہا۔

"اسے مار رحم کر"

بڑھیا۔ رحم! ہٹ دور ہو اور مجھکو قحطان تک جانے دے میں ہرگز نہیں رک سکتی" علقیسیہ کا سر ماں کے قدموں میں تھا کہ راہب کے اشارے سے ہذلی کا خنجر بڑھیا کے سینہ میں پار تھا۔ اس وقت البتہ ماں نے بیٹی کا سر جسکو ٹھکرا رہی تھی گر کر کلیجہ سے لگا لیا اور صرف اتنا کہہ سکی،

"ہذلی دغاباز"

یہ کہہ کر بیٹی کے ہاتھوں میں بیٹی کے محبوب کے ہاتھوں ختم ہوگئی،



وہی پہاڑ کی چوٹی ہے اور وہی معبد حران کچھ دیر پہلے یہاں چار زندہ روحیں موجود تھیں مگر اس وقت صرف دو ہیں اور دونو ضرورت سے زیادہ اور معمول سے بڑھ کر زندہ، علقیسیہ اور راہب، علقیسیہ کی زندگی اس لیئے غیر معمولی ہے کہ ابھی ابھی اس کی آنکھوں نے ماں کی موت دیکھی جس سینہ سے پل پلا کر کسی قابل ہوئی اس کے خون کے فوارے چھٹتے دیکھے مگر چند ہی لمحہ کے عرصہ میں ماں اور اُس کی موت دونوں کو فراموش کر بیٹھی اور راہب اس لیے کہ گو زمانہ نے جوانی کی بہار اُجاڑ کر بڑھاپے کی خزاں میں لپیٹ دیا مگر اس سن میں بھی جوانی کے دن یاد آرہے ہیں اور مرادوں کی راتیں وہ باتیں کہلوا رہی ہیں جن میں حرص و ہوس کے سوا کچھ نہیں ہاتھ علقیسیہ کی گردن میں ہے جو کبھی سر پر جاتا ہے کبھی کمر پر مشتاق نظریں صورت دیکھتی ہیں اور بیچین ہوتی ہیں کچھ دیر یہ کیفیت طاری رہی اور پھر کہنے لگا۔

"یہ تیری خوش نصیبی ہے کہ مجھ جیسا شخص جس کے ہاتھ میں تم سب کی مغفرت ہو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں نے دنیا میں بھی تیری مراد پوری کر دی اور مرنے کے بعد بھی تجھکو جنت میں پہنچا دونگا۔ بنی کی مقدس روح اس وقت مجھ میں حلول

پکے ہوئے ہے، مانگ کیا مانگتی ہے،

علقبیہ کو اس کے یقین میں تامل نہ تھا نہ اُسکو یہ خیال تھا کہ راہب کا عشق ہذلی کو ناگوار ہوگا۔ نہ یہ اندیشہ کہ قحطان اس محبت کو نفرت سے دیکھے گا بلکہ فطری طور پر ایک ایسی اذیت محسوس ہو رہی تھی جس کو ہر حرکت اچھی طرح ظاہر کر رہی تھی وہ دیکھتی تھی کہ ایک ایسا ہاتھ اس کی گردن میں ہے جس میں جھریاں پڑی ہوئی، کھال لٹکی ہوئی جس کے سفید رونگٹے موتی کی طرح چمک رہے ہیں ایک ایسا چہرہ اس کے قریب ہے جس کا دوسرا ہاتھ آغوش لحد میں ہے اور بہ ظاہر جس کا واسطہ شباب کے پُرفضا آثار سے کبھی نہیں ہوا، ایک ایسا لباس اس کے پیش نظر ہے جس پر مردنی برس رہی ہے، اس کی آنکھیں نفرت سے بند تھیں اس کا منہ کراہیت سے پھرا ہوا تھا اور وہ اس اذیت سے اِسقدر متاثر تھی کہ اگر موت بھی رہائی کا وعدہ کرتی تو اس کو منظور کرنے میں تامل نہ ہوتا +

"چل میرے ساتھ چل میں آج تک کے تیرے سب گناہ معاف کروا دوں اور پہلے تجھکو ایسا بنا دوں گویا تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے میں تجھکو خوشخبری سُناتا ہوں کہ تو ایک ولی کی ماں ہوگی"

علقبیہ کی زبان سے اس کے جواب میں صرف "بڈھے بابا" ہی نکلا تھا کہ راہب نے تیوری پر بل ڈالکر کہا میں وہ نہیں ہوں جو تو سمجھ رہی ہے میں خدا کا فرشتہ ہوں اور اس کا حکم پورا کروں گا۔

یہ درست کہ عشق کا جن علقبیہ کے سر پر سوار تھا اور اسکو ہذلی کے سوا کچھ نہ دکھائی دے رہا تھا مگر راہب کی بات کو بھی غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہ تھی، عورت تھی اور عورت بھی سیدھی سچی اور بدنصیب۔ گردن نیچی کرلی۔ اس

خموشی نے راہب کی دبی ہوئی آگ کو جس میں ٹھنڈے بھوبل کے سوا کچھ نہ تھا کریدا اور وہ بیتابانہ پسٹ گیا۔

فطرت اور عقیدت کی جنگ تھی دل متوجہ نہ ہوتا تھا، طبیعت راغب نہ ہوتی تھی، بات ہوتی نہ تھی آنکھ کھلتی نہ تھی، ایک تصویر تھی ساکت، ایک پتھر تھا بے حس، ایک عورت تھی خاموش، عقیدت ہر ہر پہلو سے عدم تعمیل کے خوفناک نتائج پیش کر رہی تھی، مگر طبیعت کسی طرح مائل نہ ہوتی تھی۔ بالآخر فطرت عقیدت پر غالب آئی، نفرت نے ترقی کی، آہستہ آہستہ ہاتھ گردن سے الگ کیئے اور کہنے لگی۔

"میں کسی اور وقت مقدس راہب کی پرستش کو حاضر ہوں گی۔"

"کیا کہتی ہے او کمبخت ناہنجار، اسی وقت حاضر ہو، ورنہ ناس کر دونگا، ہذلی لاش دفن کرکے اب تھوڑی دیر میں آجائے گا۔"

اتنا کہہ کر راہب نے علقیسیہ کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتا ہوا لیچلا۔ ابھی دالان کے اندر داخل نہ ہوا تھا کہ ہذلی کی کھنکار سُنائی دی۔

(۹)

آفتاب کی پہلی نظر شب سیاہ کو چیرتی ہوئی ان دور وحوں پر گر کے آگے بڑھی جو سمندر کے کنارے مرد اور عورت کی ہیئت میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ہوا ایک ہی جنس کے اس زبردست اختلاف پر جو اس نے رات کے اندھیرے میں ستاروں کے اجالے میں دیکھا، زور شور سے قہقہے لگا رہی تھی، درختوں کے پتے مرد کی عیاری اور عورت کی سادگی پر غور کرتے ہوئے زندگی کو وداع کہہ رہے تھے، کلیاں اس منظر سے باخبر ہونے کو چٹک چٹک کر پھول بن رہی تھیں، مرد اور عورت دونو کی نظریں ایک دوسرے کے چہروں پر ہیں، عورت کی نگاہ محبت میں غرق

اور مرد کی کمر میں شرابور، عیار نے فریب کے ہاتھ آگے بڑہا کر مخلص ہاتھ ہاتھ میں لیا۔ اور کہا۔

”مہ جبین علقمیہ جب میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرا بال بیکا نہ ہوگا۔ تو پہر تجھ کو انکار کیوں ہے؟“

علقمیہ۔ ہذلی! ایک جان کیا اگر ہزار جانیں ہوں تو تجھپر نثار کرنے کو موجود ہوں، مجھے ہرگز عذر نہیں، مگر ہذلی میں یہ گوارا نہیں کرسکتی۔ کہ میری اذیت سے قحطان کی بہن اور تیری پیاری سبا کو آرام پہنچے، مجھے یہ معلوم ہے کہ اس نے بہائی کے قتل کی کوشش کی اور درحقیقت مجرم وہی ہے، اور اگر راز کہل گیا، تو ایک اس کے ساتھہ تیرا تمام خاندان آفت میں پہنس جائے گا۔

ہذلی۔ تو نے غلط سنا علقمیہ ایک شریف اور بہادر مرد سے تو یہ اندیشہ نہ کر کہ وہ تجھہ کو دغا دے کر مصیبت میں ڈالے گا۔ میں خود سپاہی سے کہلا دیتا۔ مگر وہ اس کی حقیقی بہن ہے اگر تجھکو انکار ہے تو تیری خوشی میں قتل کردیا جاؤنگا۔

علقمیہ۔ میں جب بہی یہ ہی کہتی تہی، اور اب بہی یہ ہی کہتی ہوں، کہ تجھپر قربان ہونے کو سر آنکھوں سے موجود ہوں۔ مگر یہ نہ ہوگا۔ کہ خود دکھہ اٹہا کر سبا کو سکھہ دوں،

ہذلی۔ قربانی اور موت کس کی، تجھکو بچانے والا میں خود موجود ہوں، رہی سبا، اس کا اس معاملہ سے تعلق ہی نہیں، میری سمجھہ میں نہیں آتا، تجھے تامل کیوں ہے اچھا تو لے میں خود ہی مرجاتا ہوں،

خنجر کو گردش ہوئی، آفتاب کی کرنیں خنجر سے اور علقمیہ ہذلی کے قدموں میں تہی، اٹھی، خنجر پکڑ لیا، اور کہا نہیں میں تعمیل حکم کو تیار ہوں اس موت کے بعد میں زندہ رہ کر کیا کروں گی، مجھے صرف یہ ہی کھٹکا ہے کہ میری مری ہوئی ماں کا خیال سچ

نہ نکلے اور اس محبت کی تہ میں عداوت پوشیدہ نہ ہو،

ہذلی۔ تو میری جان سے زیادہ عزیز ہے، ایسی باتیں نہ کر تکلیف ہوتی ہے،

(۱۰)

"مجھے آج بہت کم فرصت ہے، اسوقت تک کمرہ اچھی طرح آراستہ نہو سکا غروب آفتاب کے ساتھہ ملقبیہ یہاں داخل ہوجائے گی جب عورت نے جرم کا خود اقرار کرلیا، اور راہب نے اپنے کانوں سے سُن لیا کہ وہ میرے قتل کے قصد سے آئی اور وار کیا تو اب اِنتظار کِس بات کا ہے فوراً آگ میں جلا دو"

ہذلی۔ یہ مقدس راہب موجود ہیں جن کے سامنے اس نے اقرار کیا اور تمام کیفیت بیان کردی۔ کم بخت نمکحرام نے اپنے ساتھہ میرے خاندان کو بدنام کیا،

راہب ہاں اس نے ہمارے سامنے اقرار کیا اور ساری حالت سُنائی،

قحطان۔ بس تو فوراً جلا دیجے، ہذلی اگر آج تو اس ظالم کو پیش نہ کرتا، تو میں تجھہ کو آگ میں ڈلوا دیتا،

راہب۔ سردار! ہذلی اس معاملہ میں بے گناہ ہے، اس کو تو آج ہی پورا حال معلوم ہوا ہے،

قحطان۔ بس موقعہ پر نہیں آسکتا۔ بمشکل تمام یہ دن میسر ہوا ہے ملقبیہ اب آنے والی ہوگی، میری بجائے ہذلی حکم دیدینگے، بس تم لوگ جاؤ، اور اس نمکحرام کو آگ میں ڈالدو،



رات کا ابتدائی حصہ ہے صحرائے زرقہ میں اسوقت دن سے زیادہ چہل پہل ہے آگ کے خطرناک شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، ہوا قدم رکھتی ہوئی کانپتی، اور تارے رحم کرتے ہوئے لرزتے ہیں، ہیسیوں من لکڑیاں کوئلہ بن کر اس توقع پر راکھہ ہوگئیں کہ ملقبیہ کو گلے لگا کر فنا ہوں، طائر آشیانے چھوڑ چھوڑ اڑ گئے، چاند اپنا منہ موڑ غایب ہوگیا،

تارے اپنی زنجیر توڑ کر روپوش ہوگئے، جہاں اندھیرے گھُپ کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، وہاں آگ ہی آگ نظر آرہی ہے، ہنلی اور راہب دونوں ہشاش بشاش اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں اور ملقبیہ سرنگوں خاموش ہاتھ پاؤں جکڑے ایک کونہ میں بیٹھی ہے، دفعتہً بڈھا باپ آیا اور کہا،

"مکر ہر جگہ، فریب ہر موقعہ پر، دھوکا ہر معاملہ میں بجائے خود کچھ کم قابل ملامت فعل نہیں، مگر محبت کی تہ، عشق کا انجام، اُلفت کا نتیجہ اگر یہ ہو، تو مکر، وہ ظلم، دھوکا وہ ستم اور فریب وہ سنگدلی ہے، جس کو ذات خداوندی کی طرح کبھی فنا نہیں، دنیا حق رکھتی ہے کہ ہر فعل کو جس کی آنکھوں نے دیکھا، ہر قول کو جو اس کے کانوں نے سُنا، فراموش کردے، مگر محبت سے لپٹا ہوا دھوکا، پیار سے چپٹا ہوا فریب اور اُلفت سے لتھڑا ہوا مکر، اتنا سنگین، اتنا وزنی، اتنا طاقتور ہے، کہ دنیا کا دماغ اس سے ہر وقت روشن رہیگا، سلطنتیں بدل جائیں، زمانہ پلٹ جائے، آفتاب بے سود اور چاند بے کار ہو جائے مگر نظام عالم کا بچہ بچہ، ہوا، چاند تارے، دھوپ، چھاؤں، ان واقعات کو رٹیں گے، اور رٹتے رہیں گے، ہنلی میں جانتا ہوں تو جوان ہے، زندگی کا زعم باطل تیرے دماغ میں اور دولت کے اندھے پڑے تیری آنکھوں پر ہیں مگر سوچ، غور کر، اپنی حرکت کو اپنے فعل کو، وہ جس کو محبوب سمجھا، وہ جس کو حبیب کہا، اسی کا مستحق ہے،

میری بھولی بچی، میری سیدھی ملقبیہ تیری اس محبت کا جو مکر میں آلودہ تھی تیرے اس عشق کا جو فریب سے ہم آغوش تھا انجام یہی ہوتا ہے تو اس کو محبوبہ نہ سمجھ تیری عاشق تھی اور ہے اس حیثیت میں بھی یہ اتنی گنہ گار نہیں کہ بیگناہ جلادی جائے،

بڈھے بابا تم ہمارے سردار ہو ہماری زندگی اور موت ہماری جنت اور دوزخ ہمارا عذاب اور ثواب سب تمہاری ذات پر منحصر ہے تم ایک بیگناہ لڑکی ایک معصوم عورت کو محض اس لیے کہ وہ تمہاری ناپاک خواہش کو پورا نہ کر سکی جان سے مارتے ہو میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے

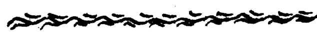
کہ گولہ کی آواز عنقریب میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو میرے کلیجہ کے ٹکڑے کو میری پیاری ملقیسیہ کو آگ میں جھونک دے گی میں گڑگڑا کر رو کر منت سے سماجت سے تم دونوں کے رحم کا خواستگار اور کرم کا طلبگار ہوں اس کی موت میری زندگی ختم اور جینا وبال کر دیگی یہ ہزلی کی محبوب ہو یا عاشق مگر میری محبوب اور میری معشوق ضرور ہے پہلا صدمہ جو میں نے اپنی عمر میں دیکھا اور تم نے بڑھاپے میں دکھایا وہ تمہارا وہ ظلم تھا جو میری بیوی اور اس کی ماں کی موت بنکر بجلی کی طرح میرے دل پر گرا بڈھے بابا تم ہمارے آقا ہمارے پیر ہمارے رہبر ہو میرے دل کی حالت کا اندازہ کرو میں نے اس جسم کی جو آگ کی تیز لپٹوں کے پاس ہے جس میں ہتکڑیاں اور بیڑیاں ہیں پھول کی طرح سیوا کی ہے یہ ملقیسیہ جو اسوقت تمہاری مجرم اور میری جان ہے میری آنکھوں میں رہی اور گودوں میں سہی ہے میں نے ان قدموں کے نیچے آنکھیں بچھائیں اس ہستی کو خون جگر سے سینچا اور اس زندگی کو جس کو تم مردہ کرنے کی کوشش میں ہو خود مردہ ہو کر پیدا کیا۔ بابا! اس دن کو نہیں کہ تم دونوں کی بے ایمانی میرے پہلو کو ملے تمکو اس کے اجاڑنے اس کو قتل کرنے اس کو جلانے سے کچھہ نہ ملیگا۔ دیکھو مجھکو، نظر اٹھاؤ میری طرف توجہ کرو میری حالت سے، دنیا اب میری آنکھوں میں اندھیر اور اس کے بعد دوزخ ہو گی سلطان کی خوابگاہ بند ہو چکی پہرہ والے اجازت نہیں دیتے کہ میں اس تک پہنچوں میری فریاد کو پہنچنے والا میری مصیبت کو سننے والا میری حالت پر رحم کرنیوالا تم دونوں کے سوا کوئی نہیں، بڈھے بابا تم اس درد سے ناآشنا اس تکلیف سے بیخبر اور اس مصیبت سے ناواقف ہو مگر ہزلی تو بچوں والا ہے اولاد تیرے آگے بھی ہے، مجھے خنجر دے کہ میں اپنا سینہ چیر کر اپنا دل تجھے دکھاؤں"

بدنصیب باپ اس کے بعد نہ معلوم کیا کہتا کہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی حسینہ اٹھی باپ کو پاس بلایا، چاہا کہ ہاتھ گلے میں ڈالے مگر بندھے تھے ارادہ کیا لپٹ جاؤں مگر قدم نہ اٹھ سکا محبت بھری نظروں جنکو اسوقت تک استقلال

سے ڈگمگانے نہ دیا آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں خاموش رہی چاہا کہ آنسو پیچھے گر ہاتھ کام نہ دے سکے آنکھیں بند کرلیں کہ پلکیں آنسوؤں کو اپنی حد دوسے باہر نکالکر باپ کی صورت صاف طور پر دکھادیں آگے بڑھی وقت سے ایک قدم اُٹھایا اور باپ سے کہا۔

"میری موت تمہارے واسطے مصیبت ہو مگر میرے لیے راحت ہے اور یقینی ہے میں جس صورت کی شیدا تھی اس پر قربان ہوتی ہوں؟ انسانی زندگی کا نصب العین یہی ہے اور ہونا چاہئے، یہ آگ جب تک میں باہر ہوں شعلے ہیں لیکن جب میں اندر ہونگی گلزار ہوگی میں آج وہ کرتی ہوں جو ابراہیم کرگیا وہ کرونگی جو خلیل نے کیا جس طرح آج سے پہلے ہنلی کی عاشق تھی آج بھی ہوں، یہ دغاباز نہیں میرا محسن، فریبی نہیں میرا پیارا اور مکار نہیں میرا محبوب ہے، وقت آئے گا اور ضرور آئے گا کہ ہنلی اس محبت کی اس قربانی کی اس نذر کی قدر کریگا۔ وہی میری کامیابی اور وہی میرا مقصود ہوگا۔ دُنیا اسی کا نام ہے یہ واقعات ہوتے ہیں یہ معاملات رہتے ہیں میں نہوں گی مگر میری خاک سے وہ سدا بہار پھول کھلیں گے جنکو خزاں مرجھا نہ سکے گی میں جس جگہ ظاہری آنکھوں سے چھپوں گی وہاں حیات ابدی کا سبزہ لہلائیگا یہاں چشم بینا خلوص کی وہ تصویر دیکھے گی جسپر ملک فخر کریگا...."

گھوڑے کی آواز آئی ہنلی اور راہب آئے اشارہ کیا اور دو شخصوں نے بیگناہ لڑکی کو گود میں اُٹھالیا، باپ آگے بڑھا، بچی کے منہ کو بوسہ دینا چاہا مگر راہب نے جھڑک دیا اور چشم زدن میں علقیسیہ جلکر خاک سیاہ ہوگئی،



مختلف قسم کے پھولوں اور طرح طرح کی خوشبوؤں سے قحطان کی خوابگاہ اس طرح مہک رہی ہے کہ ہوا نے شب عروس کا اعلان کرنا دور دور اور میلوں پرے تک کردیا شراب کے نشہ میں مست قحطان علقیسیہ کے آنے کا منتظر ہے، سونے چاندی

کے گلاس جواہرات کی صراحیاں دہڑا دہڑی کی روشنی میں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں بیتابانہ آٹہا حریری فرش پر لیٹا اور حکم دیا،

"ہاں میں بہول گیا پیاری علقیسیہ کی آنکھیں دکھہ رہی ہیں روشنی بجہا دو، خوشبو کی لپٹیں تاریک کمرہ سے نکلکر ہوائے گلشن کو دو آتشہ کر رہی تہیں دفعتہ علقیسیہ اندر داخل ہوئی اس کا داخلہ خوشبو کا پہاڑ تہا جس نے آسمان اور زمین کو معطر کر دیا قحطان نشہ میں مست آٹہا اور محبوبہ کا ہاتہہ پکڑکر گھسیٹا اور سینہ سے لگا لیا۔

ایسی بہولی صورت پر اتنا پتھر دل، میں نے آج تک کسی لڑکی کے انتظار میں یہ تکلیف نہیں اٹھائی جو تیرے۔ . . . ظالم تین مہینے تین سال سے زیادہ ہوگئے تھے،

او جفاکار مار ڈالا روشنی روشنی

"لے روشنی میں دیکھہ میں کون ہوں تیرے خون کی پیاسی تیری جان کی قاتل تیری حقیقی بہن سبا"

قحطان کے پیٹ سے خون کا فوارہ جاری تہا اور وہ مچھلی کی طرح فرش پر تڑپ رہا تھا اور سبا خنجر ہاتہہ میں لیے چاروں طرف ٹہل رہی تھی، قحطان بہن سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہہ سکا اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کہا پانی کے چند قطرے حلق میں ڈال دے اس درخواست کے جواب میں سبا نے بہائی کا سر ٹھکرا دیا، زبان پیاس کے مارے باہر نکل پڑی، آنکھیں بہن کی صورت پر تہیں کہ قحطان نے دم توڑ دیا،

(۱۱)

"میں وہ ہذلی نہیں ہوں جو آج سے چند روز پیشتر تھا اسوقت تیرے ظالم بھائی اور مکار قحطان کا خادم سمجھا جاتا تہا مگر اس وقت اس بستی کا مالک اور اس زمین کا حاکم ہوں۔ گیگوری رجر جیبس، کی لڑکی لیسیو جس کے حسن کا شہرہ تمام دنیا میں ہے اور درحقیقت اسوقت اپنا جواب نہیں رکھتی اور جس کے عشق کا تیر آج آٹھ سال سے میرے کلیجے کے پار ہے

اور جس کی وجہ سے میں نے یہ سب کارروائی کی مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہے مگر اس شرط پر کہ میں تجھے قتل کردوں، اس کا مہر تیری جان ہے اور میں تجھکو اسکا سزاوار بھی سمجھتا ہوں،

سبا۔ کیا تو اس ظلم کے بعد بھی دُنیا میں خوش رہنے کا حق رکھتا ہے کیا یہ وقت ہمیشہ تیرے ساتھ رہیگا اور اس ستم کے بعد بھی جو احسان فراموشی اور بیوفائی کا کھُلا ہوا ثبوت ہے تیرا خیال ہے کہ تو اس زندگی سے لطف اُٹھا سکتا ہے، میں نے تیری وجہ سے وہ کیا جو کوئی نہیں کرسکتا اور وہ کر ڈالا جو کوئی نہ کریگا میں نے اپنی جان خطرہ میں ڈالکر اپنی چھاتی پر پتھر رکھکر بھائی کو قتل کیا اور اس کا راج تجھکو دلوادیا کیا اس لیے کہ تو خود مختار ہو کر سب سے پہلے مجھ ہی پر ہاتھ صاف کرے،

ہذلی۔ میں تیری اس لغو گفتگو کو شام سے سُن رہا ہوں اب کب تک سنے جاؤں تجھکو اگر معلوم ہو جائے کہ میرے دِل کی کیفیت اسوقت کیا ہے اور لیسو کے فراق نے میری حالت کیا بنادی تو مجھے یقین ہے کہ تو خوشی خوشی اپنی جان دینے کو تیار ہو جائے گی،

سبا۔ اگر تیری رائے اور قصد مستحکم مصمم یہ ہی ہے کہ میری زندگی ختم ہو تو اجازت دے کہ جدہر میرا منہ اُٹھے میں چلی جاؤں پہاڑوں میں رہوں غاروں میں چھپوں چوٹیوں میں لیٹوں چٹانوں پر سوؤں اور پھر کبھی تجھکو اپنی صورت نہ دکھاؤں،

ہذلی۔ یہ پہلے ممکن تہا مگر اب ناممکن ہے۔ لیسو کی شرط صرف تیرا سر ہے، جب تک تیرا سر وہ نہ آنکھ سے نہ دیکھ لے شادی نہیں کرسکتی،

سبا۔ ہذلی! رحم کر، اس خنجر کو چھپا یہ آنکھیں جو اسوقت غصہ سے خون ہیں، کبھی محبت سے بھی میری طرف اُٹھی ہیں میری روح فنا ہو رہی ہے بھیپر کس قصور میں کس جرم میں یہ ستم ٹوٹتا ہے چھپا ہذلی اس خنجر کو اور مجھکو اجازت دے کہ میں چلی جاؤں اگر اس کے بعد تو میری صورت دیکھے تو قتل کر دیجیو،

ہذلی۔ بس چپ ہو جا دُنیا ایک کھیتی ہے۔ جو بیج ڈالو اس کے پھل ملتے ہیں

تو اس خنجر سے نہ ڈر یہ وہی ہے جس نے تیرے ہاتھ میں رہ کر قحطان کا کام تمام کیا اور اب میرے ہاتھ سے تجھکو موت کے گھاٹ اتارتا ہے تو جس نے حقیقی بھائی اور محسن سے دغا کی کسی سے وفا نہیں کر سکتی"

"رحم، رحم، ہذلی رحم، چھوڑ دے ہذلی چھوڑ دے"

شمع روشن تھی اور پروانے اپنے عشق کو بھولکر دُنیا کی اس نیرنگی کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ ہذلی نے سبا کی گردن پکڑی اور خنجر اس کے کلیجے میں بھونکدیا،

وہی کمرہ، وہی خوابگاہ، وہی وقت تھا اور وہی خنجر، فرق صرف اتنا تھا کہ اسوقت عورت قاتل تھی، اس وقت مرد،

سبا کچھ دیر تڑپی ہاتھ پاؤں مارے ہذلی نے اس کی موت کا انتظار نہ کیا اور سر کاٹ کر لیسیوں کی خدمت میں بھیجدیا،

(۱۲)

صدیقی اور فاروقی خلافت اسلامیہ کے دو نو دور ایشیا اور یورپ میں اسلام کا جھنڈا اڑا کر ختم ہو چکے اور مسلمانوں نے اپنے قول فعل عمل یقین سے ثابت کر دیا کہ خاک عرب سے اُٹھنے والا پیمبر صادق تھا آج اس نام کا ڈنکہ چار دانگ عالم کے دل پر بیٹھ چکا ہے اور جہاں مکروریا دن رات کی دل لگی اور شراب جزو زندگی تھا وہاں کلمہ حق کی صدا ہر سمت سے آرہی ہے، مصر، مصر کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ تلقین اسلام کے روبرو سر تسلیم خم کر چکا انطاکیہ اور عراق کے سینے زیور اسلام سے مزین ہو چکے سوائے اور رود کے آگے جھکنے والی گردنیں رسالت کے سدا بہار پھولوں سے آراستہ اور توحید کے لازوال جواہرات سے جگمگا رہی ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی شباب پر اور خلافت اسلامیہ کی باگ خلیفۂ ثالث ذوالنورین کے ہاتھ میں ہے نماز فجر کے بعد جب مسجد نبوی نعرۂ حق سے گونج چکی تو عثمان غنی نے کلمہ گویوں سے یہ خطاب کیا۔

"تم نے اپنے خونِ جگر سے گلشنِ اسلام کو اس طرح سینچا کہ آج اس کے پھول ایک دنیا کو معطر کر رہے ہیں۔ خدا کی اعانت تمہارے ساتھ تھی تم نے برات عرب کے دولہا کی لاج رکھی اور دکھا دیا کہ صداقت ہمیشہ باطل پر غالب ہے میں جانتا ہوں کہ آج صدیق جیسا بیمثل اور فاروق جیسا بینظیر انسان مسلمانوں میں موجود نہیں مگر جب وہی پھول فانی تھا جس نے جہان کو مہکا دیا تو پنکھڑیوں پر رونا فضول، لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں مبارک ہستیاں فلسفہ زندگی کا حل اور سچے مسلمان کی نشانی بتا گئیں اور دکھا گئیں، کیا آنیوالی دنیا اس رات کی نظیر پیش کرسکتی ہے جب خلوص نے باندھ باندھ کر محبت کا جگمگاتا تاج غار ثور میں صدیق کے سر پر رکھا اور کیا پیدا ہونے والے لوگ اس فاروق کا دوسرا نمونہ دکھاویں گے جس کے نام سے ایک طرف تمام دنیا تھرا اٹھی اور دوسری طرف فقیروں کے ننگے دھڑنگے بچے اس کے پیٹ پر کودتے مہمات صدیقی اور فتوحات فاروقی تمہارے روبرو ہیں مصر نے صدائے توحید سے تمہارا استقبال کیا مگر اس سے آگے بھی کچھ ہے، جہاں کفر جہالت نے مطلع حیات تیرہ و تار کر رکھا ہے اس آبادی کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارا کام ہے کہ تم ان کو بھی شمع اسلام دکھا کر منزل مقصود تک پہنچاؤ بر اعظم افریقہ کے قیامت خیز ریگستان میری آنکھ کے سامنے ہیں اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں جاتے ہوئے آدمی کا پتہ دہلتا ہے مگر تم ان لوگوں کی اولاد اور ان مسلمانوں کے بھائی ہو جنہوں نے ناپیدا کنار سمندر میں گھوڑے ڈال کر اسلام کا بول بالا کیا۔"

مسلمانوں کے دل یہ تقریر سنتے ہی جوش سے ابل پڑے بیس ہزار فوج اسی وقت تیار ہو گئی روضۂ اقدس کو بوسہ دیا اور حضرت عثمان کی دعائیں لیکر آگے بڑھے، ممفس سے بیس ہزار فوج اور ساتھ ہوئی اور یہ چالیس ہزار لشکر خدائے واحد کا نام لیتا ہوا روانہ ہوا، ریگستان افریقہ کا جلتا بھلستا ریت اور آگ میں تپتا ہوا جل جو دو ہی قدم میں جی چھٹوا دے سامنے تھا مگر جانبازان اسلام کی ہمت میں فرق نہ آتا تھا دن رات

ایک ایک کر کے بھوکے پیاسے لق و دق میدان اور ریت کے پہاڑ پھلانگتے طرابلس پہنچے، عبد اللہ بن سعید فوج کے سپہ سالار تھے کنار سمندر پر ڈیرے ڈالکر جو تکبیر کی صدا بلند کی تو اہل شہر گھبرا کر باہر نکل آئے مقابلہ کیا تعداد میں کم تھے اور ہمتیں پست۔ وہیں ڈھیر ہوئے مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ شہر میں داخل ہوں مگر گریگوری (جرجیس) یہ خبر سنتے ہی آپے سے باہر ہوگیا ہذلی کو لکھا کہ "اگر شہزادی کی خواہش ہے تو آؤ اور مسلمانوں کو مار کر نکالدو" اور خود اپنا تمام لشکر لیکر باہر آیا۔ لڑائی شروع ہوئی مسلمان شجاعت سے لڑے مگر جرجیس کا قدم پیچھے نہ ہٹا تین رات اور تین دن یہ معرکہ گرم رہا مگر عرب آگے بڑھتے تھے نہ جرجیس پیچھے ہٹتا تھا۔ چوتھے روز آفتاب نے دوپہر کے وقت کرنوں کے خونخوار نیزے ایسے چبھوئے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ واپس ہوئے اب لڑائی صرف صبح سے دوپہر تک رہتی اور اس کے بعد دونو ہٹ جاتے اس طرح ایک ہفتہ سے زیادہ سلسلہ جاری رہا نہ یہ آگے بڑھتے نہ وہ پیچھے ہٹتے،

جرجیس نے اس موقع پر تمام لشکر جمع کیا اور باواز بلند کہا "تم سب کو معلوم ہے کہ لیسو اس وقت وہ حسین لڑکی ہے جس کا طلبگار ایک جہان ہے یہ وہ نعمت ہے جس کے آگے جنت گرد ہے یہ لڑکی اور دس ہزار اشرفیاں اس شخص کی ملکیت ہیں جو عبد اللہ کا سر کاٹ کر لائے مجھے اپنے بہادر دوست ہذلی سے اُمید ہے کہ وہ اس کام کو ضرور انجام دینگے اور اس طرح غصہ کی اس آگ کو جو ہمارے دلوں میں بھڑک رہی ہے بجھا کر اپنی آنکھوں کو اس دولت سے مالامال کریں گے جو لیسو کے حسن میں پوشیدہ ہے"

لیسو کا حسن معمولی حسن نہ تھا دُنیا کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں خوبصورتی کے علاوہ اس کی شجاعت کی بھی دھاک تھی جو باپ کے ساتھ میدان جنگ میں اس طرح فوج کے دل بڑھاتی تھی کہ مسلمان باوجود انتہائی کوشش کے شہر میں داخل نہ ہوسکے،

جرجیس کے اعلان نے ہذلی کے ساتھ تمام فوج کے دل میں اُمنگیں پیدا کر دیں اور ہر شخص اس فکر میں تھا کہ عبداللہ کا سر کاٹ کر لیسیو کا مالک بنے مسلمان اس موقع پر بہت پریشان ہوئے اور مجبوراً انہوں نے یہ انتظام کیا کہ عبداللہ ایک کونہ میں چھپکر بیٹھ جائیں ہونے کو تو یہ ہو گیا مگر سپہ سالار کی غیر حاضری میں فوج کیا خاک لڑتی مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے،

جب ان واقعات کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو زبیر ابن عوام کا دل جس میں ہر وقت شجاعت کا دریا لہریں لیتا تھا اپنے بھائیوں کی حالت پر کٹ گیا تڑپ کر اُٹھا اور کہا "اگر قیامت کے روز سرور عالم کو منہ دکھانا ہے تو ان مسلمانوں کی مدد کو چلو جو محض کلمۂ حق کی حمایت میں سمندر کے کنارے بھیڑوں کی طرح ذبح ہو رہے ہیں" زبیر کے جوش کا یہ حال تہا کہ اس کے بعد وہ گہر گئے نہ کچھ انتظام کیا اتنا سُنتے ہی طرابلس کا رُخ کر دیا بارہ آدمی اور اُن کے ساتھ ہوئے اور اس طرح یہ مسلمانوں کا چھوٹا سا قافلہ بھوک کا اندیشہ نہ تکان کا خدشہ مسافت کا خیال نہ پیاس کا ملال گھوڑے اڑاتا میدان جنگ میں پہنچا،

آج یہ واقعات اچنبا اور یہ معاملات حیرت معلوم ہوتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تاریخ اسلام اس ہمت وشجاعت اور جرأت واخوت سے لبریز ہے ان مسلمانوں کا بچہ بچہ صبغۃ اللہ میں شرابور تھا اور یہی تھا وہ رنگ جس کے طفیل وہ اپنے آقا اور ہادی برحق کا نام تمام دنیا میں روشن کر گئے، کجا مدینہ منورہ اور کہاں طرابلس مگر دل کی لگی نے کانٹے کو پہول اور منزل کو قدم بنا دیا، زبیر ابن عوام جس وقت لشکر میں پہنچے اور عبداللہ کو نہ دیکھا تو بے اختیار ہو کر پوچھا،

"تمہارا سپہ سالار کہاں ہے؟"

زبیر کی صورت دیکھتے ہی مسلمان جوش کے مارے اُچھل پڑے اور جواب دیا،

"اس خیمہ میں"

اب البتہ زبیر کو تاب نہ رہی اور کہا۔

"کیا مسلمانوں کے سردار کا کام خیمہ میں بیٹھنا ہے؟"

زبیر کا یہ نعرہ اس زور سے گونجا کہ لشکر میں سناٹا چھا گیا عبداللہ باہر نکلے اور مفصل کیفیت بیان کی زبیر مسکرائے اور کہا تمنے دشمن ہی پر اس افسوں کو کیوں نہ اُلٹ دیا کہہ دیا ہوتا کہ جو جرجیس کو قتل کرے گا اسکو شہزادی لیسیو اور دس ہزار اشرفیاں انعام دی جائیں گی بلکہ دس ہزار کی جگہ پچاس ہزار، عبداللہ خاموش تھے کہ زبیر نے کہا

"جو مسلمان جرجیس کا سر کاٹ کر لائے گا اسکو شہزادی لیسیو اور پچاس ہزار اشرفی انعام ملے گا۔"

عبداللہ نے بحیثیت سپہ سالار اس معاہدہ کی تصدیق کی اور لڑائی شروع ہوئی، ایک خونریز معرکہ دن بھر جاری رہا ادہر عبداللہ اور زبیر ادہر جرجیس ہزلی اور لیسیو اپنی اپنی فوجوں کا دل بڑہانے میں کسر نہ کر رہے تھے، زبیر نے پہلے ہی سے یہ تدبیر کی تھی کہ نصف فوج علیحدہ کر کے ہدایت کر دی کہ جس وقت تکبیر کی آواز سنو فوراً نکل آنا شام کے قریب جب میدان خوب گرم تہا اور فریقین کا ایک قدم نہ ہٹتا تھا زبیر نے تکبیر بلند کی اور مسلمانوں کی بقیہ فوج کلمۂ حق کے نعرہ لگاتی ہوئی باہر آئی زبیر کا یہ آخری حملہ بہت سخت تھا ہر چند جرجیس ہزلی اور لیسیو نے دل بڑہائے مگر فوج نہ ٹہری اور زبیر نے اندر گھس کر ایک ایسا ہاتھ دیا کہ جرجیس کی گردن الگ جا پڑی۔ ہزلی اور لیسیو دونوں زندہ گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا، مغرب کی نماز سے فراغت پاکر مسلمان خوشیاں منا رہے تھے کہ ایک شخص نے عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمۂ توحید پڑہا اور کہا۔

"بھائیوں جو مظالم اس سرزمین پر ٹوٹے ہیں اُن کے خیال سے کلیجہ منہ کو آتا ہے میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا میرے دِل پر جو کچھ گزری میرے سامنے جو کچھ بیتی میں اس کو بیان نہیں کرسکتا، میرے کلیجے کا ٹکڑا میرے آنکھوں کا نور میری پیاری بچی ان ظالموں کے ہاتھ بیگناہ آگ میں جلادی گئی میں دیکھنے آیا ہوں کہ وقت آج ہزلی کے مظالم کا کیا جواب دیتا ہے۔"

ہزلی نے نخوت سے بڈھے کی طرف دیکھا اور کہا میں تیری طرح کمینہ نہیں ہوں میں نے جو کچھ کیا خوب کیا۔ اگر گرفتار نہ ہوتا تو بتاتا کہ میں کیا ہوں میں نے مُسلمانوں کے دو سردار قتل کیے اور خوش ہوں"

عبداللہ۔ کیا تم اب اسلام قبُول کرتے ہو،

ہزلی۔ ایک شرط پر اگر لیبو مجھے دیدی جائے،

لیبیو۔ اگر مسلمانوں کا فیصلہ یہ ہو کہ میں اس نمکحرام ہزلی کی ملکیت ہوں تو سب سے پہلے میں قتل کی متمنی ہوں،

ہزلی۔ میں مسلمان اور لیبیو دونوں سے نفرت کرتا ہوں،

جب بڈھے نے ہزلی کی داستان مظالم بیان کی تو عبداللہ تھرا اُٹھا اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت بڈھے نے صرف اتنا کہا،

"اُپنے ستم یاد کر اور آج ان کا انجام دیکھ"

(۱۳)

مُبارک تھی وہ قوم جس کو دُنیا میں زندہ رہنے کا حق حاصل تھا اور دیکھنے دکھانے کے لایق تھیں وہ مقدس ہستیاں جنھوں نے فقیری میں شاہی پر لات ماردی تہمت باندھنے والوں نے تاج شاہی اور پیوند لگانے والوں نے خلعت خسروانہ ٹھکرا دیئے اور دنیا کو دکھا دیا کہ بدن پر کمبل اوڑھنے والا پیٹ سے

پتھر باندھنے والا دولت پر لعنت بھیجنے والا، محبت کی بہترین تصویر انسانیت کا بے مثل نمونہ اور صداقت کا مکمل پتلا تھا وہ جوش جس نے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں مروڑ دیں اور وہ استقلال جس نے سینکڑوں برس کی سلطنتوں کی بنیادیں ہلا دیں وہ خلوص جس نے جو کی روٹی اور تخت شاہی کو یکساں بنا دیا۔ آج سرزمین طرابلس پر نظر آرہا ہے اور ہادی برحق کا ادنیٰ خادم اپنے مالک اور آقا کی تلقین کا وہ نمونہ دکھاتا ہے کہ زمین اور آسمان دونوں تھرا اُٹھتے ہیں،

صبح کا سہانا وقت ہے شہزادی لیسیو کا چہرہ قمر چہار دہم کی طرح لشکر اسلام میں جگمگا رہا ہے، عبداللہ بن سعید اور زبیر ابن عوام خاموش کھڑے ہیں عبداللہ نے زبیر کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا،

"معاہدہ کی پابندی مسلمانوں کا فرض اولیں ہے مال غنیمت میں سے پچاس ہزار اشرفیاں اور شہزادی لیسیو آپ کا حق ہے کیونکہ جرجیس کا سر آپ نے تن سے جدا کیا"

دشمن کے گرفتار قیدی مسلمانوں کا سپہ سالار اور مسلمان سب خاموش تھے کہ زبیر ابن عوام کے یہ الفاظ ہوا نے اپنی گود میں لیے،

"میرا حملہ منافع دنیوی کی غرض سے نہ تھا یہ اشرفیاں مسلمانوں کو مبارک رہیں، میں نے جس کے واسطے حملہ کیا تھا وہ بہتر معاوضہ دینے والا ہے وہی مجھکو اجر دیگا، لیسیو جس کو پسند کرے اس کو دیجئے، میں اپنی محنت کا بدلہ اس سے لونگا جو طیبہ کی خاک میں آرام کر رہا ہے اور جس نے بچپن میں دشمنوں سے امین کا خطاب حاصل کیا تھا"

ختم شد

جولائی ۱۹۱۸ء میں یہ تاریخی افسانہ لکھا گیا اور کتابی صورت میں پہلی مرتبہ فروری ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا